Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حالؔی کے "مرثیہ غالب" کا ایک مطالعہ

A STUDY OF "MARSIYYA-E-GHALIB" BY HALI

* Dr. Rabia Sarfraz, **Rubina Yasmin, ***Dr. Sumaira Shafi

Abstract:

"Marsiyya e Ghalib" is a long Poem by Molana Altaf Husain Hali. This poem is a symbol of love and grief for Ghalib. Hali w as the student of Mirza Ghalib in poetry. He spend a great time with Ghalib and was much inspired by Mirza Ghalib. Hali got motivation for poetry from Ghalib. Ghalib never encourage any young generation for poetry. But he praised a lot for Hali and encourage him for poetry. After his death he feel a great loss. He write this marsiyya to relief his grief. Hali express his feelings and also pointed out the good habits of Mirza Ghalib in noteable words.

Key words: love, peace, leader, honor, goals.

مولانا الطاف حسین حالیؔ ایک عظیم شاعر، ادیب، سوانح نگار، محقق اور نقاد تھے۔ مولانا حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کی وفات پانی پت میں ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ آپ نے پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر عربی کی تعلیم حاصل کی۔ انھیں عربی صرف و نحو اور منطق پر عبور حاصل تھا۔ آپ کی شاعری اپنے زمانے کے سماج کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ نے مظاہر فطرت کے علاوہ انسانی معاشرے سے متعلقہ اصول و قوانین کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ حالیؔ نے سماجی ناانصافی، عورت کے حقوق کی پامالی، قوم کی تعلیمی پسماندگی اور اخلاقیات کے فقدان پر نظمیں لکھی ہیں۔ اپنی شاعری میں نو آبادیات کے تناظر میں عوام جن مسائل کا شکار ہیں ان کو پیش کیا ہے۔

غالبؔ (۱۷۹۷۔۱۸۶۹ء) کا شمار نہ صرف اردو اور فارسی کے اہم ترین شاعروں میں ہوتا ہے بلکہ دنیا کی مختلف زبانوں کے چند عظیم شاعروں میں بھی ان کی خاص شناخت ہے۔ آپ مولانا حالیؔ کے ہم عصر تھے اور حالی نے ان سے شرفِ تلمذ کیا تھا۔ اردو شاعری میں غالبؔ کو کلاسک کا درجہ حاصل ہے۔ اردو کے حوالے سے غالبؔ کو اور غالبؔ کے حوالے سے اُردو کو جانا جاتا ہے۔ غالبؔ نے جدتِ خیال' ندرتِ بیان، معنی آفرینی' شوخی و ظرافت سے اُردو غزل کو فرسودگی سے آزادی دلا کر نہ صرف تازگی و توانائی بخشی بلکہ اسے فکری و فلسفیانہ اساس بھی فراہم کی۔ ہندوستان کے عوام دیوانِ غالب کو گیتا کا درجہ دیتے ہیں۔ اگرچہ غالبؔ نے "مرثیۂ عارفؔ" لکھ کر شخصی مرثیوں کی بنیاد ڈالی' لیکن حالیؔ وہ پہلے شاعر و نقاد ہیں جنھوں نے سب سے پہلے نہ صرف اس کمی کو شدت سے محسوس کیا بلکہ انھوں نے کہا کہ مرثیے کی صنف کو صرف سانحۂ کربلا تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے اشخاص کی وفات پر بھی مرثیے لکھنے کا آغاز کیا، جن سے ہمیں غایت درجے کی الفت و محبت تھی اور جن کے انتقال سے ہمیں فی الواقعی شدید صدمہ پہنچا ہو۔ چاہے وہ ہمارے عزیز و اقارب ہوں یا قوم و ملت کے رہنما ہوں، ہر کسی کی وفات پر اس کے محامد و محاسن اور خدمات بیان کر کے اپنے غم و اندوہ اور ذہنی صدمے کا اظہار کرتے ہوئے نوحے لکھ کر ادب میں وسعت پیدا کی۔ چنانچہ غالبؔ کے "مرثیۂ عارف" کے بعد مولانا حالیؔ نے بھی "مرثیۂ غالبؔ" لکھا پھر اقبالؔ نے "مرثیۂ داغؔ" اور پھر صفیؔ لکھنوی نے حالیؔ کا مرثیہ لکھ کر اس روایت کو آگے بڑھایا۔

---

* Associate Professor, Dept. of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
** Visiting Lecturer, Dept. of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.
***Assistant Professor, Dept. of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حالی کا یہ مرثیہ اردو شاعری میں بطور شخصی مرثیہ اپنے استاد سے پاکیزہ ترین جذبات، لب و لہجے کی چاشنی اور پر خلوص عقیدت و محبت کے اظہار کا بہترین نمونہ ہے۔ حالؔی کی شاعری میں تصنع اور بناوٹ ہر گز نہیں ہے۔ یہ ان کے حقیقی جذبات کی عکاس ہے۔ ساحل احمد اپنی کتاب "مطالعہ حالؔی" میں رقم طراز ہیں:

"مولانا کی سیرت میں یہ دو ممتاز خصوصیتیں تھیں۔ ایک سادگی اور دوسرے دردِ دل اور یہی شان ان کے کلام میں ہے۔ ان کی سیرت اور ان کا کلام ایک ہے یا یوں سمجھیے کہ ایک دوسرے کا عکس ہے۔"(۱)

مولانا حالؔی جب پانی پت سے دہلی آئے تو ان کی ملاقات غالبؔ جیسے نابغۂ روز گار سے ہوئی۔ حالؔی نہ صرف غالبؔ کے حلقۂ احباب میں شامل ہو گئے بلکہ ان سے شرفِ تلمذ بھی حاصل کیا۔ انھوں نے غالبؔ کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ انھیں بہت قریب سے دیکھا، ان کے مزاج، اخلاق و عادات سے بھی متاثر رہے۔ صالحہ احمد رقم طراز ہیں:

"اس زمانے میں دلی میں بڑے بڑے شاعر موجود تھے اور شعر و شاعری کا بہت چرچا تھا۔ الطاف حسین کو شعر و شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا۔ اسی زمانہ میں ان کی ملاقات اردو کے عظیم شاعر مرزا غالب سے ہوئی۔ غالب انہیں بہت پسند آئے اور یہ ان کی شاعری سے بہت متاثر ہوئے۔ آگے چل کر ان کی غالب سے دوستی بھی ہو گئی تھی۔ بہت برسوں بعد انھوں نے مرزا غالب کی سوانح عمری "یادگارِ غالب" کا نام سے لکھی اور غالب کی خوبیوں سے اور ان کے کلام کی گہرائی اور بڑائی سے آگاہ کیا۔"(۲)

حالؔی، غالبؔ کے شاعرانہ کمالات کے قائل بھی تھے اور ان کے مخلص معتقد بھی تھے۔ اگرچہ بعد میں حالؔی شیفتہ کی صحبت سے بہت مستفید ہوئے لیکن وہ معتقد بہر حال غالبؔ کے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے:

حالیؔ سخن میں شیفتہ سے مستفید ہوں
غالبؔ کا معتقد ہوں، مقلد ہوں میرؔ کا

حالؔی کا دل صد پارہ تھا اور ہر پارہ پیکرِ غم ہے اور حالؔی کا مرثیہ اسی غم کا تاج محل ہے۔ اس مرثیہ سے غالب کی شخصیت اور فن اجاگر ہوتا ہے۔ اردو مرثیہ میں اس مرثیہ سے ہیئت اور اسلوب کے لحاظ سے ایک نئی فکر کا آغاز ہوتا ہے۔ بقول صالحہ احمد:

"دلی ہی میں الطاف حسین کو شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے اپنا تخلص خستہؔ رکھا۔ ایک بار کچھ غزلیں غالب کو بھی دکھائیں۔ مرزا غالب خود بہت اچھے شاعر تھے مگر یہ بات ان کو ناپسند تھی کہ ہر کوئی، چاہے اس میں شعر کہنے کی صلاحیت ہو یا نہ ہو شعر کہنا شروع کر دے۔ اس لیے وہ کبھی نوجوانوں کی شعر کہنے کی ہمت نہیں بڑھاتے تھے۔ الطاف حسین نے بھی جھجکتے جھجکتے انہیں اپنی غزلیں دکھائی تھیں۔ غالب نے ان کا کلام دیکھا تو چونک اُٹھے۔ ارے یہ لڑکا تو بہت اچھے شعر کہتا ہے۔ انھوں نے پرکھ لیا کہ یہ ایک بڑا شاعر بنے گا۔ انھوں نے کہا "میاں ویسے تو میں کسی کو شعر کہنے کی صلاح نہیں دیا کرتا مگر تمھارے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تم شعر نہ کہوگے تو اپنی طبیعت پر ظلم کروگے۔"(۳)

مرزا غالب کی موت نے حالی کے دل و دماغ پر دکھ کے گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس دوران وہ ذہنی و روحانی کرب کا شکار ہوئے۔ جس کا اظہار انھوں نے بڑے رقت آمیز اسلوب میں کیا ہے۔ اس کرب کے دوران انھوں نے "مرثیہ غالب" تحریر کیا۔ جسے پڑھ کے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حالؔی زار و قطار رو رہے ہوں اور حزن و ملال کے دریا میں بہے جا رہے ہوں۔ حالؔی کی شاعری میں ہمیں جوش، اصلیت اور سادگی کا عنصر ملے گا۔ یہ تینوں چیزیں ان کے اس

مرثیے میں باکمال نظر آتی ہیں۔ حزن وملال میں ڈوبے ہوئے ماتمی اشعار میں حالیؔ کے سچے جذبات کی تپش اور آنسوؤں کی نمی محسوس کی جاسکتی ہے۔ بقول نظامی بدیوانی:

"مولانا حالیؔ مرحوم نے اردو لٹریچر خاص کر اردو شاعری پر جہاں اور بہت سے احسان کیے ہیں اُن کا ایک بڑا احسان ہے کہ انھوں نے اردو میں مرثیہ گوئی کے جدید طرز کی بنیاد ڈالی۔"(۴)

یہ مرثیہ عقیدت ومحبت کے جذبات کا عکاس ہے اس کے دس دس شعر پر مشتمل دس بند ہیں اور یہ ترکیب بند کی ہیئت میں ہے۔ اس مرثیے میں حالیؔ نے غالبؔ کے مزاج، عادات واطوار، شخصیت، شوخی، ظرافت، بذلہ سنجی، رند و سرمستی، احباب نوازی، نکتہ دانی، نکتہ شناسی، پاک باطنی اور مجلسی زندگی کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔

ابتداء میں مرثیہ دوبیتی، مثلث، مربع اور مخمس میں بھی لکھا گیا۔ سودا نے مرثیہ کو مسدس کی شکل میں روشناس کروایا۔ سودا سے قبل بھی مسدس میں مرثیے لکھے گئے۔ میر تقی میرؔ، سکندر، احمد اور حیدر دکنی نے کچھ مرثیے مسدس ہی میں لکھے تھے۔ سوداؔ کے بعد بھی مرثیے کے لئے دیگر ہیئتیں استعمال کی گئیں۔ مثلاً غالبؔ نے عارفؔ کے مرثیے میں غزل کا فارم اختیار کیا۔ حالیؔ نے غالبؔ کا مرثیہ لکھا تو ترکیب بند میں اور اقبالؔ نے والدہ کا مرثیہ مثنوی کی شکل میں لکھا۔ محمد علیؔ جوہر، سیماب اکبر آبادیؔ اور حفیظ جالندھریؔ نے مرثیے کے لئے غزل، قطعات اور مخمس کی ہیئتیں اختیار کیں۔ ان مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرثیے کے لئے کوئی ہیئت مخصوص نہیں، لیکن انیسؔ اور دبیرؔ کے مرثیوں کی مقبولیت کی وجہ سے مسدس کے فارم کو مرثیہ سے مخصوص تصور کیا جانے لگا۔

"مرثیہ غالب" میں حالیؔ نے غالب کی شخصیت کو اس طرح نمایاں کیا ہے کہ ہندوستان کا ادبی سماج اور تہذیبی پس منظر اجاگر ہوتا ہے۔ مرثیہ زبان کی سادگی کے باوجود زور بیان، فصاحت، سلاست، سادگی اور تاثیر کے اعتبار سے اردو کے عمدہ ترین مرثیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ ایک عظیم شاعر تھے اسی لیے تو غالبؔ جیسا عظیم شاعر آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ آپ جوہر قابل ہیں۔ بقول مسرت جہاں:

"غالبؔ جیسا جوہر شناس ایک نظر میں پرکھ گیا کہ یہ نوجوان قدرت کی طرف سے شعر کا سچا ذوق اور حقیقی شاعری کی ساری خصوصیات لے کر آیا ہے۔"(۵)

مولانا حالی نے اُردو لیٹریچر خاص طور پر اردو شاعری پر جہاں اور بہت سے احسانات کیے ہیں انہوں نے اُردو میں مرثیہ گوئی کے جدید طرز کی بنیاد بھی ڈالی، مرثیہ غالب کو ان کی کلیات سے الگ اس غرض سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

بلاشبہ اس مرثیے میں انھوں نے اپنے استاد کی محبت کے پیشِ نظر بہت سی باتوں میں مبالغے سے بھی کام لیا ہے۔ بقول ساحل احمد:

"غالب کے مرثیہ میں مولانا حالیؔ نے باوجود سادگی کے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔"(۶)

اس مرثیہ میں سچے جذبات کی پُر اثر ترجمانی، تاثیر بیانی، تسلسل اور روانی، اہلِ کمال کی قدر دانی، رقت آمیز اسلوب، عقیدت ومحبت کا بے ساختہ اظہار ہے اور بہت سی خوبیوں سے متصف یہ مرثیہ نہ صرف شخصی مرثیوں میں ممتاز اہمیت کا حامل ہے بلکہ ایک شاگرد کا اپنے استاد کو زبردست خراجِ تحسین بھی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اسی مرثیے سے اُردو میں شخصی مرثیوں کی روایت کو استحکام حاصل ہوا۔ بقول صالحہ عابد:

"نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ اور حالیؔ کا جہاں گیر آباد سے دلی جانا اکثر ہوتا رہتا تھا جہاں وہ شاعروں سے ملتے، مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ شیفتہؔ اور حالیؔ دونوں کو مرزا غالبؔ سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ اکثر صرف ان سے ملنے دونوں دلی آیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں حالیؔ اور غالبؔ میں بہت میل جول بڑھا بلکہ دوستی ہوگئی۔ حالیؔ نے انھیں بہت قریب سے دیکھا، ان کے کلام کو غور سے پڑھا خود غالبؔ سے ان کے مشکل اور گہرے شعروں کو سمجھا۔ غالب بھی اپنے نوجوان دوست کی عزت اور اس سے محبت کرتے

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تھے۔ 1869ء میں مرزا غالب وفات پا گئے۔ حالیؔ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ انھوں نے غالب کا مرثیہ لکھا جو اردو شاعری میں بے مثال سمجھا جاتا ہے۔"(۷)

مرزا غالب کی وفات پر حالی جیسے لائق شاگرد نے اپنے استاد کو مرثیہ کی صورت میں خراج ادا کیا ہے۔ یہ مرثیہ ترکیب بند کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ جس میں مولانا نے نہایت سہل انداز میں اپنے جذبات و احساسات کو ایک لڑی میں پرو کے پیش کیا ہے۔ ان کے اندازِ بیاں کی سادگی و سلاست، متانت و سنجیدگی سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔ حالی نے اس مرثیہ میں واضح انداز میں موت وحیات کی کشمکش اور دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کیا ہے۔ بقول حالیؔ:

عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد
دیکھ کر رنگِ عالمِ فانی
کچھ نہیں جز طلسمِ خواب و خیال
گوشۂ فقر و بزمِ سلطانی(۸)

حالی کے نزدیک دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ایک دل فریب دھوکے پر مبنی ہے۔ یہی بات قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے بھی فرمائی ہے:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۖ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (32)

ترجمہ:

اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے، اور البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو پرہیز گار ہوئے، کیا تم نہیں سمجھتے۔(۹)

غالب کے لیے لکھا جانے والا مرثیہ درحقیقت مولانا حالیؔ کے دلی دکھ کا غماز ہے۔ نہایت پر سوز و دلگداز کیفیات کا حامل یہ مرثیہ غالب کی موت کا نوحہ ہے۔ حالیؔ نے اس مرثیہ کی وساطت سے غالبؔ کے رنگِ سخن، بذلہ سنجی، زندہ دلی اور طنز و ظرافت کے سبھی روشن پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ حالیؔ کے خیال میں غالبؔ کی موت سے ادب کے ایک باب کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ غالب کو بُلبلِ ہند سے تشبیہ دیتا ہے۔ انھوں نے غالب کی ادبی خدمات کو بہت عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

حالی نے کتنے سادہ اور پُر اثر انداز میں اپنے دوست اور استاد کی خوبیوں کو بیان کیا ہے:

بُلبلِ ہند مر گیا ہیہات
جس کی تھی بات بات میں اک بات
نکتہ داں، نکتہ سنج، نکتہ شناس
پاک دل، پاک ذات، پاک صفات
شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج
رند اور مرجع کرام و ثقات
دل میں چُبھتا تھا وہ اگر بہ مثل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دن کو کہتا دن اور رات کو رات(۱۰)

غالب ایک نکتہ داں، نکتہ سنج، نکتہ شناس، پاک دل و پاک ذات، پاک صفات، شوخ مزاج رکھنے والے انسان تھے۔ حالی نے اس مرثیہ میں ان کی صفات کو بھی اشعار میں سمو دیا ہے۔

مولانا حالی کو اپنے استادِ محترم سے طرزِ ادا کا بانکپن، ندرتِ فکر، حسنِ تخیل، گفتار کا تیکھا پن اور سادگی زبان و بیان عطا ہوئی۔ حالی نے اپنی شاعری میں غالب سے مستفید ہونے کے بعد ایک انفرادی رنگ اجاگر کیا۔

نہایت بلیغ مصرعوں پر مبنی مرثیہ ہے۔ شاعر نے زندگی کے تغیر کو بڑی خوبصورتی سے زندگی سے موت کے قالب میں ڈھالا ہے۔ دنیا کی ہر شے نا پائیدار ہے۔ یہ ایسا پر سرار عمل ہے جو جاری رہتا ہے اور ہر چیز فانی ہے اور فنا کا سفر جاری ہے۔

غالب کو نوشہ اور شہر دلی کو برات قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ غالب کے مرنے سے دلی مر گئی۔ مراد یہ ہے کہ دلی کی شعر و سخن کی محفلوں کی رونق و آب و تاب غالب سے تھی:

اس کے مرنے سے مر گئی دلی
خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات
یاں اگر بزم تھی تو اس کی بزم
یاں اگر ذات تھی تو اس کی ذات(۱۱)

حالی کے نزدیک غالب کی موت دہلی کی موت ہے اس کا کہنا ہے کہ غالب کی موت سے دہلی میں ویرانی چھا گئی۔

حالی نے اس مرثیہ کے حسن کو تشبیہات و استعارات کی مدد سے ندرت کمال پر پہنچایا ہے۔ شاعر نے اپنی فطرت کی مخفی قوتوں اور کمالات سے اس مرثیہ میں سوز و گداز پیدا کیا ہے۔

اس نظم کا ہر جملہ بلاغت کلام کی دستاویز ہے۔ حالی لکھتے ہیں:

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا(۱۲)

حالی کے نزدیک مرزا غالب ایک روشن چراغ کی مانند تھے۔ جس نے تمام دہلی کو اپنے ادب کی روشنی سے منور کیا ہوا تھا۔ آج یہ روشن چراغ گل ہو گیا ہے اور دہلی سے وہ مانند دلہا کے اپنی بارات (جنازہ) کے ساتھ بڑی شان سے رخصت ہو گئے۔

مرثیہ میں حالی نے جس اندازِ بیاں کا سہارا لیا ہے وہ نہایت سہل اور دل فریب ہے۔ لفظوں کی چاشنی، قافیہ بندی، خوب صورت ردیف کے عمدہ انتخاب نے مرثیہ میں جان ڈال دی ہے۔ مرثیہ میں ان کے سچے جذبات، جوش، ولولہ اور فکر انگیزی بھی نمایاں طور پر کمال درجے کو پہنچتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مرثیہ میں ایک تسلسل اور روانگی موجود ہے۔ لفظوں کی سحر بیانی اور تاثر مرثیہ کے آغاز سے لے کر انجام تک بر قرار ہے۔ کہیں کہیں انھوں نے اپنے دکھ کو ایک شاگرد کے طور پر کچھ ایسے الفاظ میں بیاں کیا ہے:

دل کو باتیں جب اس کی یاد آئیں
کس کی باتوں سے دل کو بہلائیں
کس کو جا کر سنائیں شعر و غزل
کس سے دادِ سخنوری پائیں
مرثیہ اس کا لکھتے ہیں احباب
کس سے اصلاح لیں کدھر جائیں(۱۳)

مولانا حالیؔ لکھتے ہیں کہ آج ان کے استاد کی موت سے ان پر علم و دانش کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔ ایسا استاد آخر وہ دوبارہ کہاں سے لائیں گے کہ جن کو وہ اپنا کلام سنا کر اصلاح لے سکیں۔ مرثیہ کی زبان نہایت سادہ ہے اور اس قدر روانی سے لکھا گیا ہے کہ جذبات بہتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یہ روانی اور سلاست ان کا خاصہ تھا مگر بیان کی شوخی و دل کشی انھیں غالبؔ سے ملی۔ ناظر کاکوروی لکھتے ہیں:

"ایک روز موقع پا کر استاد غالب کے کاشانہ پر حاضری دی۔ اور دست بستہ خادمانہ حیثیت سے ان کے حضور میں زانوئے ادب تہہ کیا۔ غالب کی اصلاح سے حالی میں شوخی و دلکشی پیدا ہو گئی۔"(۱۴)

حالی نے اس مرثیے کو غالب کا نوحہ بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

پستِ مضموں ہے نوحہٗ استاد
کس طرح آسماں پر پہنچائیں
لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں
اہلِ میّت جنازہ ٹھہرائیں
لائیں گے پھر کہاں سے غالب کو
سوئے مدفن ابھی نہ لے جائیں(۱۵)

حالیؔ اس قدر غمزدہ ہیں کہ وہ التجا کرتے ہیں کہ غالبؔ کو ابھی تدفین کے لیے لے کے نہ جائیں کیونکہ ایک بار جب تدفین ہو گئی تو پھر کبھی ان کا دیدار نہ کر سکیں گے۔ حالیؔ نے یہ کہہ کر بھی غالبؔ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے کہ غالبؔ کو فارسی شاعری میں قدسیؔ صائبؔ، اسیرؔ اور کلیمؔ کا ہم پلہ ٹھہرانا نہایت غلط ہے بلکہ غالبؔ کا درجہ ان سے بہت بلند ہے۔ کہتے ہیں:

قدسیؔ وصائبؔ واسیرؔ وکلیمؔ
لوگ جو چاہیں اُن کو ٹھہرائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے

ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں(۱۶)

حالی کے نزدیک غالب سے نسبت ایسی ہے کہ جیسے خاک اور آسمان کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ خود کو بھی خاک کے سامنے خاک سمجھ بیٹھے ہیں۔ بقول حالی:

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسماں سے کیا نسبت(۱۷)

غالب اردو ادب کا روشن ستارہ تھے۔ ادبی عناصر نامے پر ان کی نثری خدمات اور شعری حسن و جمال روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

نثر حسن و جمال کی صورت
نظم غنج و دلال کی صورت
تہنیت اِک نشاط کی تصویر
تعزیت اِک ملال کی صورت
قال اس کا وہ آئینہ جس میں
نظر آتی تھی حال کی صورت(۱۸)

اس مرثیہ میں حالؔی کی شاعری میں جو فصاحت و بلاغت ہے وہ اس مرثیے کو دیگر مرثیوں کی صنف میں تمام تر زبان و بیان کی خوبیوں کے ساتھ کھڑا کرتی ہے۔ حالی نے مرثیوں کو کسی خاص صنف تک محدود نہیں رکھا۔ ان کی مرثیہ نگاری کے بارے میں ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی رقم طراز ہیں:

"آسان زبان، سلجھا ہوا بیان، سادگی و خلوص، دل سوزی و دردمندی ان مرثیوں کا طرہ امتیاز ہے۔ ان میں سماجی شعور اور قومیت کے احساس کی جھلک نمایاں ہے۔"(۱۹)

غالب کی وفات پر دوسرے معاصرین شعرا نے بھی مرثیے لکھے، لیکن حالؔی کے مرثیہ کو ان میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ حالیؔ کو اگر غالب شناس کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ حالؔی نے پانچ شخصی مرثیے قلم بند کیے لیکن غالب پر لکھا جانے والا مرثیہ ان کے دیگر مرثیوں کے مقابلے میں ہر دل عزیز مرثیہ رہا۔ اس مرثیہ میں ان کی غالب کے حوالے سے ہر مصرعے میں عقیدت و مروت کی جھلک نظر آتی ہے۔

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج
اپنا بیگانہ اشک بار ہے آج
نازشِ خلق کا محل نہ رہا
رحلتِ فخر روزگار ہے آج
تھا زمانے میں ایک رنگیں طبع
رخصتِ موسمِ بہار ہے آج
بارِ احباب جو اٹھاتا تھا

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دوشِ احباب پر سوار ہے آج
تھی ہر اِک بات نیشتر جس کی
اس کی چپ سے جگر فگار ہے آج(۲۰)

حالؔی کا خلوص، دلسوزی و دردمندی اور احساسِ قربت و محبت نے مرثیہ کو بے حد پر اثر اور پر درد بنا دیا ہے۔ چونکہ ان کے مرثیہ میں سچے احساس ہیں۔ کسک ہے، ٹیس ہے۔ اس لیے یہ مرثیہ اردو شاعری میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔
ان کے نزدیک غالب کی موت ایک تہذیب کی موت ہے۔ بُلبلِ ہند کی موت سے جو نقصان ہوا اس پر ادبی تاریخ آج بھی حالی کی طرح نوحہ خواں ہے۔ حالی لکھتے ہیں:

ساتھ اس کے گئی بہارِ سخن
اب کچھ اندیشۂ خزاں نہ رہا
ہوا ایک ایک کارواں سالار
کوئی سالارِ کارواں نہ رہا
رونقِ حسن تھا بیاں اس کا
گرم بازارِ گُل رُخاں نہ رہا
عشق کا نام اس سے روشن تھا
قیس و فرہاد کا نشاں نہ رہا
ہو چکیں حسن و عشق کی باتیں
گل و بلبل کا ترجماں نہ رہا
اہلِ ہند کریں گے کس پر ناز
اشک شیراز و اصفہاں نہ رہا(۲۱)

حالؔی کو صرف یہی المیہ نہیں ہے غالب کی موت ہوگئی ہے بلکہ وہ مستقبل کے بارے میں بھی فکر مند ہیں کہ اب غالب کی جگہ کوئی دوسرا نہ لے سکے گا اور یہ بات حالی کی سچ نظر آتی ہے۔ غالب جیسا سخن ور، سخن فہم انسان دوبارہ پیدا نہ ہو سکا۔ غالب کا ادب میں جو مقام و مرتبہ ہے جو عزت و وقار ہے آج تک ان کے شہروں میں کوئی ویسا شعر سخن نہیں نام کما سکا اور نہ ہی آپ جیسا کوئی نظر آتا ہے۔ حالی کی زبانی:

شاعری کا کیا حق اس نے ادا
پر کوئی اس کا حق گزار نہ تھا
بے صلہ مدح و شعر بے تحسیں
سخن اس کا کسی پہ بار نہ تھا(۲۲)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حاؔلی نے اس مرثیے میں غالب کے سخن، شعر و ادب کی تعریف و توصیف کو ہی نہیں بیان کیا بلکہ وہ اس بات پر نوحہ خواں ہیں کہ غاؔلب کا حق ادا نہیں کر پائے۔ مرثیہ کی روانی، سادگی، دلکشی اور بہاؤ نے اسے اعلیٰ ترین تخلیق بنا دیا ہے۔ حاؔلی لکھتے ہیں:

اہلِ ہند اب کریں گے کس پر ناز
رشکِ شیراز و اصفہاں نہ رہا
زندہ کیونکر رہے گا نامِ ملوک
بادشاہوں کا مدح خواں نہ رہا[۲۳]

غاؔلب جیسے عظیم شاعر سے جب حاؔلی نے اپنی تعریف سنی تو ان کا حوصلہ بہت بڑھا۔ اپنی انکساری کی بنا پر تعریف سے مغرور ہونے کی بجائے انھوں نے اپنا تخلص عاجزی سے حاؔلی رکھ لیا۔

کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں
آج بلبل نہیں گلستاں میں
شہر سارا بنا ہے بیتِ حُزن
ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں
ملک یکسر ہوا ہے بے آئیں
اِک فلاطوں نہیں جو یوناں میں
ختم تھی اِک زباں پہ شیرینی
ڈھونڈتے کیا ہو سیب ورتاں میں[۲۴]

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود حالی کی مایوسیوں میں بھی امید کی خوشی بر قرار رکھتی ہے۔ حاؔلی نے یہ مرثیہ ۱۸۶۹ء میں لکھا تھا یہ مرثیہ اس محبت کا آئینہ دار ہے جو حاؔلی کو غاؔلب سے تھی۔ بقول مسرت جہاں:

"یہ مرثیہ اس محبت و عقیدت کا آئینہ دار ہے جو حالی کو غالب سے تھی۔ اور ساتھ ہی کمال شاعری کا نمونہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دل کی کیفیت اور عقیدت شعروں میں ڈھل کر نکل آتی ہے۔ ڈاکٹر عابد حسین کی رائے میں "غالب کی سیرت کا وہ نوشی کھینچا ہے کہ اس سے بہتر تصویر ہماری نظم و نثر میں نہیں ملتی غالب نہ تھے ایک مجسم انسانیت تھے جسے حالی نے مرثیہ لکھ کر شہرت دوام عطا کیا۔"[۲۵]

شاعری انسان کے جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اسی لیے حاؔلی کو اپنی دلسوزی، دردمندی کے ساتھ ساتھ غالب کے لیے جو احترام و ادب اور عقیدت تھی اسے اپنے شعروں میں سیج دیا ہے۔ دلی جذبات اور زبان کی سادگی نے اس میں ایک اچھوتا پن پیدا کیا ہے اور غالب کی یاد کو پڑھنے والے کے دل میں بسا دیا ہے۔ حالی لکھتے ہیں:

اس نے سب کو بھلا دیا دل سے
اس کو دل سے بھلائے گا اب کون

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تھی کسی کی نہ جس میں گنجائش
وہ جگہ دل میں پائے گا اب کون
اس سے ملنے کو یاں ہم آتے تھے
جا کے دلّی سے آئے گا اب کون
مر گیا قدر دانِ فہمِ سخن
شعر ہم کو سنائے گا اب کون(۲۶)

بہر حال حالیؔ کو مرزا غالبؔ سے بے انتہا عقیدت و محبت تھی جس کا حق انھوں نے "مرثیہ غالب اور ''یادگارِ غالب'' لکھ کر ادا کیا۔ حالی کے متعلق یہ ایک عام غلط فہمی ہے کہ وہ قنوطیت پسند ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری مرثیہ بن گئی ہے۔ حاؔلی اس قدر مایوس ہیں کہ انھیں اپنی شاعری کا عروج غاؔلب کے بغیر ادھورا نظر آتا ہے۔ جیسا کے حاؔلی لکھتے ہیں:

شعر میں ناتمام ہے حالی
غزل اس کی بنائے گا اب کون(۲۷)

یہ مرثیہ ہر اعتبار سے مکمل ہے۔ وزن اور بحر میں میں بھی مناسبت ہے۔ الفاظ کا اتار چڑھاؤ بہت عمدگی سے ادا کیا گیا ہے۔ حالی کے انداز میں لطافت اور دل کشی ہے۔ حالی کے سوز سے نظم میں ایک طلسم کی کیفیت ہے۔ آپ نے نہایت عمدگی سے تجریدی تصورات کو جیتی جاگتی صورتوں میں پیش کیا ہے۔ حقیقت کے پردے کو بڑی ندرت سے بے نقاب کیا ہے۔ یہ مرثیہ محاسنِ لفظی و معانی کے لحاظ سے ایک اعلیٰ تخلیق ہے۔

References

1. Sahil Ahmad, Mutalia-e-Hali, Alla Abad: Urdu Writers Glid, 1997, Pg21
2. Saliha Abid Husain, Altaf Husain Hali, India: National Book Trust, SN,Pg15,16
3. Ibid,Pg16
4. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali, Badayon:Nizami Press, 1915,Pg1
5. Musarat Jahan, Altaf Husain Hali: Himayat se Inhraf Tak, Dihli:Raheel Nasim Printers,2004,Pg98
6. Sahil Ahmad, Mutali-e-Hali,Pg262
7. Saliha Abid Husain, Altaf Husain Hali,Pg25
8. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali,Pg2
9. Al-Quran:Al-Inaam:32
10. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali,Pg 3
11. Ibid, Pg 3
12. Ibid, Pg 4
13. Ibid, Pg 4
14. Nazir Kakorvi, Hali ka Nazriyya-e-Shayri, Alla Abad:Adara Anees Urdu, 1959, Pg42
15. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali,Pg 4
16. Ibid, Pg 4
17. Ibid, Pg 4
18. Ibid, Pg 4,5
19. Shuja at Ali Sandailvi, Dr, Hali Behasiyat Shair(Taba 2), Likhno:Adara Farog e Urdu, 1971,Pg 233
20. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali,Pg
21. Ibid, Pg 6

22. Ibid, Pg 6,7
23. Ibid, Pg 6
24. Ibid, Pg 7
25. Musarat Jahan, Altaf Husain Hali: Himayat se Inhraf Tak, Pg118
26. Mursiyya-e-Ghalib, Altaf Husain Hali,Pg 8
27. Ibid, Pg 9